بسم اللہ الرحمن الرحیم

فلسفۂ حج

جمعہ خطبہ ، بموقع حج بیت اللہ ۲۰۱۶ء

منجانب:...آل انڈیا امامس کونسل

نحمده و نصلى على رسوله الكريم، أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم.

”فمن فرض فيهن الحج ، فلارفث، و لافسوق، و لا جدال فی الحج“.

عن أبي هريرة قال: سأل رجل النبي ﷺ ، فقال: يا رسول الله ! أي الأعمال أفضل؟ قال رسول الله ﷺ :

”الايمان بالله“، قال: ثم ماذا ؟، قال: ”الجهاد في سبيل الله“، قال: ثم ماذا؟ ، قال: ”الحج المبرور“. (نسائی: ۵/ ۱۱۳)

محترم بزرگو اور بھائیو!

ایک طرف بڑے ہی شان وشوکت کا بازار گرم ہے۔ جہاں انسانی ضرورت کا ہر سامان موجود ہے۔لوگوں کا ایک سمندر اُمڈ رہا ہے۔ پوری دنیا کے لوگ اکٹھا کیا ہوا سرمایہ لگا کر اپنی اپنی ضروریات خریدنے میں لگے ہوے ہیں؛ کیوں کہ یہ مارکیٹ، یہ موقع اور یہ جگہ دوبارہ ملنے والی نہیں ہے۔ دوسری طرف ایک رضا کا مقام ہے۔ عبادت کا موقع ہے۔ بارگاہِ مولیٰ میں پہلی اور آخری مرتبہ قربت حاصل کرنے کا چانس، یہ موقع، یہ جگہ اور یہ گھڑی بھی دوبارہ نہیں ملے گی۔تو پھر آپ کی پسند اور ترجیح کیا ہے؟ آپ غور کریں کہیں ہم حدیث ذیل کے مصداق تو نہیں۔

اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مال دَار لوگ سیر وتفریح کے لیے، تاجر لوگ کاروبار کے لیے، علماء اپنی شہرت کے لیے اور فقراء بھیک مانگنے کے لیے حج کریں گے“۔(متفق علیہ)

حرمت کے مہینے (رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم) ہمیں ہر چیز کی حرمت وعظمت کا احساس دلانے اور اپنی زندگی اور موت کے لیے قابل احترام بننے کا سبق دیتے ہیں۔ آیئے! حج کی روح اور اس کی حقیقت پر غور کریں:

میں حاضر ہوں:

آپ نے کسی مومن، عابد اور مجاہد کو اپنے گھر، بیوی، بچے اور رشتے داروں سے اور ہر چیز سے الگ ہوکر ”میدان کارزار“ میں آکر پکارتے ہوے سنا ہے کہ: ”میں حاضر ہوں“؟ آج جو ہر حاجی کی زبان پر ایک ہی نعرہ اور ایک ہی کلمۂ عہد ہے: ”میں حاضر ہوں“۔

”لبیک اللھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک

ان الحمد، و النعمة لک، و الملک، لبیک لاشریک لک“. (بخاری:۲/ ۱۳۸)

کبھی آپ نے سوچا ہے اپنا وقت، اپنا مال اور اپنی جان کے ساتھ یہ بندہ ”میں حاضر ہوں“ کس کو کہہ رہا ہے؟ اور کیوں کہہ رہا ہے؟ آج حرم میں جب ہماری زبان سے یہ بات ادا ہو رہی ہے۔ جو ہماری پوری زندگی کا عمل اور مقصد ہے۔ ہم ہر وقت اللہ کے لیے وقت، مال اور اپنی زندگی کو قربان کرنے کے لیے حاضر ہیں۔ یہ بندہ اس مالک کے دربارِ خاص میں جا کر اعلان کرتا ہے، جس پر ساری دنیا کے لوگوں کو گواہ بنا رہا ہے، ملائکہ اس صدا کو سن رہے ہیں اور دربارِ خداوندی میں اس کو رکارڈ کیا جا رہا ہے، یہ ایک ایسا عہد ہے۔ جو انسان بلا کسی دباؤ اور تنگی کے اپنی مرضی سے کر رہا ہے۔ کیا حج سے واپسی کے بعد یہ عہد ہمیں یاد رہے گا؟

احرام کیا ہے؟

یہ دو کپڑے جو آپ زیب تن کرتے ہیں اور ایک اپنے ساتھ لے کر جا رہے ہیں، کبھی سوچا ہے یہ کیا ہے؟ انسان کا سلا ہوا کپڑا کب اُتارا جاتا ہے؟ انھیں سفید کپڑے میں کب لپیٹا جاتا ہے؟ تبھی نا جب اس کو سوئے مرقد لے جایا جاتا ہے؟ ''احرام'' دراصل ہمارا کفن ہے، جو ہر انسان کے ذہن و دماغ کو اس طرف مبذول کرنے کے لیے ہے کہ تمھاری زندگی کا سارا سرمایہ یہی دو ٹکڑے ہیں اور اب سے زندگی کے آخری سفر کے لیے تیار، پا بہ رکاب ہو۔ اپنی زندگی کو اسی احساس کے ساتھ دربارِ الٰہی میں آکر پیش کرنا ہے۔

طواف کی روح:

''بیت عتیق'' کا چکر، خانہ کعبہ کے سامنے طواف ہمارے نظریہ حیات کو متعین کرتا ہے، جس طرح ایک گھر کے چاروں طرف ہم گھوم رہے ہیں، اسی طرح پوری زندگی اس گھر کے رب کے حکم کے دائرہ اور حد میں ہماری زندگی کی گاڑی گھومتی رہے گی، یہ طواف ایک ایسے جذبہ کو پیدا کرتا ہے، جس میں جذباتی انداز میں انسان اپنے خالق کے ہر حکم کو بجالانے کے لیے مسلسل مستعد رہتا ہے۔ ایک جنگ کے میدان میں جس طرح مجاہدین اپنے حاکم کے ہر اشارے پر قربان ہونے کے لیے تیار، اپنے جسم و جان میں تحریک پیدا کرنے کے لیے عملی ریاضت کرتا ہے۔ طواف اس کا عملی نمونہ اور پریکٹیکلی سبق ہے۔

طواف میں رمل و سعی:

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو جب ''رمل'' کرنے کا حکم فرمایا، تو یہ وجہ بیان فرمائی کہ: ''ہم کو دیکھنے والا ہمارا دشمن ہم کو کمزور نہ سمجھے'' کیا آپ کی زندگی بالکل اسی طرح ''مجاہدانہ'' گزر رہی ہے؟ کبھی ہم نے غور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ کے ذریعے ہمیں صفا و مروہ کے درمیان کیوں دوڑا رہا ہے؟ یہ دوڑ صرف ایک ماں کے دوڑ کی نقل محض نہیں ہے، یہ انسان کی زندگی بچانے کے لیے ایک لاچار اور بے سہارا ماں کی دوڑ ہے، کیا آپ نے کبھی سسکتی ہوئی انسانیت، بلکتے بچے، اجڑتے ہوئے گھر، لٹتے ہوئے سہاگ، جلتی ہوئی بستی، اُکھڑتی ہوئی داڑھی، پانی، کھانا اور گھر سے محروم کسی انسان کے لیے دوڑ لگائی ہے؟ اگر نہیں لگائی ہے تو صفا و مروہ کی ''سعی'' سے یہ سبق پوری زندگی کے لیے گانٹھ باندھ لینا ہے اور واپسی کے بعد اسی دوڑ دھوپ کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لینا ہے۔

وقوف عرفہ:

آج کا دن شیطان کے لیے سب سے زیادہ پریشان کن ہوتا ہے۔ اس کی وجہ پر آپ نے کبھی غور کیا ہے؟ کیوں کہ آج ہی کا دن وہ دن ہے جب عرفات کے میدان میں پوری امت مسلمہ کی عالمی کانفرنس ہوتی ہے۔ جس میں شیطان اور شیطانی ذریت کے خلاف سارے منصوبے بنائے جاتے ہیں اور عالم اسلام کو طاقت ور بنانے اور اس پر پورے سال عمل کرنے کے لیے ایجنڈے طے کیے جاتے ہیں۔ حکومت، سلطنت، جاہ و منصب، قوم و ملک اور دین و شریعت سب کی قسمت کے فیصلے کے لیے آج کا دن صبح سے شام تک آپ کو ملا ہے۔ اس کو ضائع نہ کریں۔ پورے عالم کے حالات، منصوبے اور طرز عمل کا جائزہ لیجیے۔ پھر اپنے مقام پر آکر اس پر عمل کیجیے۔ کس طرح ملک و ملت کو تقویت پہنچائی جائے؟ یکسوئی کے ساتھ سوچیے اور اللہ سے مانگیے، یہی یوم عرفہ کا عمل ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھیے کہ عرفہ کا یہ میدان ہمارے لیے حشر کا میدان ہے۔ یہیں ہم سب کو ایک دن جمع ہونا ہے۔ اپنے ایمان و اعمال کا حساب چکانا ہے۔ کیا آپ نے یہ سب سوچ کر ''عرفہ کے میدان'' میں قیام کیا ہے؟

وقوف مزدلفہ:

مزدلفہ میں وقوف ہمارے لیے اللہ کے دربار میں قربت کا ایک انوکھا موقع ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہاں کیا ملتا ہے؟ ایک رہنمائی اور مکمل رہنمائی ہے۔ مغرب وعشاء کی ادائیگی کے بعد تازہ دم ہونے کے لیے ''وقفہ آرام'' لیکن کیا بے فکری کے ساتھ؟ نہیں۔ یہاں تو ''فَاِذَا فرغت

فانصب‘‘ کی عملی تفسیر آپ کو کھلی آنکھوں نظر آئے گی۔کل تڑکے دشمنِ خدا کے ساتھ نبرد آزما جو ہونا ہے۔اسی فکر اور آمادگی میں رات بسر ہوجائے گی۔

رمی جمرات:

تین ستونوں کو جب آپ کنکری مارتے ہیں،تو آپ نے کبھی سوچا ہے کہ اس نقل کے پیچھے کونسا مقصد کارفرما ہے؟ حضرت ابراہیمؑ کو شیطان نے قربانی دینے سے روکنے کی کوشش کی تو انھوں نے پتھروں سے وار کر کے اس کے سارے برے ارادے کو ملیا میٹ کر دیا۔ دراصل کنکری مارتے وقت مسلمان اللہ سے اظہار کرتا ہے کہ: تیرے دین، تیرے قرآن اور تیرے حکم کے سامنے جو بھی رکاوٹ پیدا کرے گا، نہ صرف ہم اس سے الگ ہو جائیں گے؛ بلکہ پتھروں سے اسے سنگسار کرڈالیں گے؛ مگر آپ کے حکم، دین اور قانون کو زیر نہیں ہونے دیں گے۔ یہ رمی شیطان کی شکست اور بیت اللہ پر حملہ کرنے والے کی ابرہی فوج کی نیستی کی یاد تازہ کر کے ساری کفرستان پر خوف الٰہی غالب اور طاری کرنے کا ایک سبق لینے کا ذریعہ ہے۔

منی میں قربانی:

منی میں جس جگہ آپ کھڑے ہیں۔ وہیں آپ کے سامنے آپ کے محبوب نبی محمد مصطفیٰ ﷺ آپ سے کچھ کہہ رہے ہیں۔ ذرا کان لگا کر سنیے کیا فرما رہے ہیں: ’’اے لوگو! تمھارا رب ایک ہے۔ تمھارا باپ ایک ہے۔ اچھی طرح یاد رکھو! کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر یا کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی برتری اور فضیلت نہیں۔ تم میں جس کے پاس ’’تقویٰ‘‘ ہے، وہ اللہ کے نزدیک فضیلت والا ہے۔ کیا تمھارے پاس یہ پیغام پہنچا دیا؟ آپ کا جواب ہے: ہاں، یا رسول اللہ!۔ آپ سے سوال ہے: یہ کونسا دن ہے؟ یہ کونسا مہینہ ہے؟ یہ کونسا شہر ہے؟ آپ جواب دے رہے ہیں: یہ یوم حرام، ماہِ حرام اور شہر حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ آپ سے فرما رہے ہیں: ’’تمھاری عزت اور تمھاری آپس کی خون ریزی، اس دن، اس مہینہ اور اس شہر کی طرح تمھارے اوپر حرام ہے، کیا میں نے پہنچا دیا‘‘؟ آپ نے کہا: ’’ہاں‘‘۔ اس پر رسول اللہ ﷺ آپ کو ایک ذمہ داری دے رہے ہیں: ’’جو تم میں سے یہاں موجود ہے وہ غیر موجود ساری انسانیت تک یہ پیغام پہنچا دے‘‘۔ (مسند احمد: ۳۸/۴۷۴)

طواف زیارت:

ایک آخری نظر اپنے اہل وعیال اور جائدادِ زندگی پر ڈال کر سوئے سبیل روانہ ہونے کی ایک یاد اور اپنے گھر کے چھوٹنے پر جو دکھ و درد اور دل پر جبر ہوتا ہے، اس کا اظہار، رب جلیل کے گھر پر آخری زیارتی معائنہ اور طواف وداع ہے۔ جس گھر نے ہمیں پورا اسلامی سبق دیا۔ جس گھر میں ہمیں زندگی جینے کا سلیقہ اور جہاں سے ہمیں ایک نئی زندگی آغاز کرنے کا موقع ملا، کیا اس گھر کا کچھ حق ہمارے اوپر نہیں ہے؟ ہمارا رُخ ہر حال میں اسی گھر کی طرف ہونا چاہیے۔ آیئے! ایک کام کر رہے ہیں تو، کاروبار کر رہے ہیں تو، کوئی سامان خرید رہے ہیں تو، کچھ بیچ رہے ہیں تو، رشتہ داروں کے ساتھ ہیں تو، پڑوسیوں کے پاس ہیں تو، اپنوں میں ہیں تو، غیروں کی مجلسوں میں شریک ہیں تو، ہمارا قبلہ ایک ہے۔ ہمارا نظریہ ایک ہے۔ ہماری توجہ اور رُخ ایک ہی طرف ہے، ہوگا۔ اسی پر زندگی نو شروع ہوئی اور اسی پر اختتام پذیر ہوگی۔ ہر آنے والا لمحہ آپ کی زندگی کو آخرت کی طرف لے جا رہا ہے، اور آپ موت سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں، یہ خیال پیدا کرنے کے لیے ہے ’’طوافِ زیارت‘‘۔

عهد و پیمان نبھائیں:

زندگی کے اس آخری مرحلے میں کچھ لمحات باقی ہیں۔ ان لمحات کو ضائع نہیں کرنے ہیں۔ کارآمد بنا کر گزارنے ہیں۔ آیئے! ہم دیکھتے ہیں ہم نے زندگی میں کتنے حج کیے ہیں؟ کیا ایک سے زیادہ مرتبہ بھی حج فرض ہے؟ نہیں تو کتنے فرض کام ہم نے ترک کیے ہیں؟۔ ایک غریب کی مدد ہم نے چھوڑ دی۔ ایک پڑوسی کی ہمدردی ہم نے کھودی۔ ایک مظلوم کی آہ سے ہم نہیں بچ سکے۔ اپنے گرد ونواح کے حالات پر ایک نظر ڈالیے۔ فرائض کا ایک سلسلہ نظر آئے گا۔ کسی نادار کی دادرسی۔ کسی محروم کی مہدی۔ کسی مظلوم کی رہائی۔ کسی برہنہ کی ستر پوشی۔ کسی بے گھر کی چھت نوازی۔ کسی فاقہ کش

کی دل بھرائی۔ وغیرہ وغیرہ۔

''تمھارے دور دراز سے مشقت و پریشانی جھیل کر یہاں تک آنے کا مقصد تو یہی ہے کہ تم کو ''کچھ'' ملے۔ اسی ''کچھ'' کا ایک حصہ ہے تم اپنی قربانی پیش کرو۔ اس قربانی کے جانور پر اپنے رب کا نام پکارو۔ پھر اس میں سے خود بھی کھاؤ اور ضرورت مند ناداروں کو بھی کھلاؤ''۔

"فکلوا منها، و أطعموا البائس الفقير". (سورۂ حج:۲۸)

حضرت جابرؓ کہتے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا نہیں''۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے نبی! حج مبرور کیا ہے؟ تو فرمایا: ''کھانا کھلانا اور سلامتی پھیلانا''۔

عن جابرؓ قال : قال رسول الله ﷺ : "الحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة". قالوا: يا نبي الله! ما الحج المبرور؟ قال : "إطعام الطعام، و إفشاء السلام". (مسند احمد:۲۲/۳۶۷)

''کھانا کھلانا اور سلامتی پھیلانا'' دونوں کے اطلاق پر غور کیجیے۔ اس کی گہرائی میں اُتر کر موجودہ حالات کا تجزیہ کیجیے۔ امت مسلمہ کے مسائل پر ایک طائرانہ نظر دوڑایئے۔ آپ کو اپنے متروک فریضے کا احساس ہوجائے گا۔

بعض حدیث میں آتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: **"طيب الكلام، و إطعام الطعام".** اچھی بات کرنا اور ضرورت مند کو کھانا کھلانا ''حج مبرور'' ہے۔ (شعب الایمان:۶/۲۵)

آج مسلمانوں کے ساتھ دلجوئی اور غمخواری کی بات تک کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔ اس کی خبر گیری، تحفظ، انصاف گستری، برابری، حقوق کی حصولیابی...... کے لیے کون کام کرے گا؟ آپ ہی تو ان کا سہارا ہیں نا؟ جب آپ نے سب کچھ اللہ کی بارگاہ میں حاضر کر دیا اور خود بھی حاضر ہوگئے تو اب اپنے علاقے میں لوٹ کر اس کو عملی جامہ پہنانے کی ضرورت ہے۔ یاد رکھیے! ہماری نیت اور زبانی جمع خرچ سے اللہ تعالی واقف ہے۔

عن أبي هريرة قال رسول الله : "من حج لله ، فلم يرفث، و لم يفسق، رجع كيوم ولدته أمه". (شرح السنہ للبغوی:۷/۴)

اللہ تعالی سے دعا کریں اللہ تعالی ہم سب کو کہنے سننے سے زیادہ عمل خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين